یکسانیت پر؟ اسلام اور مغرب کے فرق کو سمجھنے کے لیے اختلافی امور توجہ کے مستحق ہیں۔ اس ضمن میں ہمیں ان افراد اور گروہوں کی نشاندہی کرنا ہوگی جو مد مقابل (OTHER) کے حوالے سے اپنی شناخت کا اظہار کرتے ہیں۔ انیسویں صدی کا نصف ثانی، یورپی استعمار کا نقطۂ آغاز ہے جب اس نے ایک تہذیبی مشن کے ساتھ نوآبادیاتی منصوبے پر مسلسل عمل شروع کیا۔ اس نے مسلمانوں اور دیگر تہذیبوں کو اس منصوبے کے حوالے سے اپنا مخاطب بنایا۔ یہ باہمی شناخت کا ایک مسلسل حصار ہے۔

۳۔ کیا مغرب جوہری طور پر مذہب مخالف ہے؟

اس بات کے پیش نظر کہ مغرب کی کوئی متعین اور پائیدار تعریف ہمارے سامنے نہیں ہے، اس سوال کا جواب مشکل ہے۔ مغرب عمومی مفہوم میں مذہب مخالف نہیں ہے۔ لیکن یہ دیگر ہر شے کی طرح، مذہب کو بھی ہمیشہ مزید تحقیق اور غور وفکر کا موضوع سمجھتا ہے۔ یہاں کوئی چیز اتنی مقدس نہیں ہے کہ اس پر نقد نہ کیا جا سکے۔ اس کے باوجود یورپی تاریخ کے بڑے انقلابات میں مذہب نے ایک محرک اور بنیادی جذبے کا کردار ادا کیا ہے۔ سرمایہ داری کو مذہب سے غیر متعلق کیا جا سکتا ہے نہ نوآبادیات کو۔

دوسری طرف غلامی کا خاتمہ اور شہری حقوق کا تصور بھی مذہب سے وابستہ ہے۔ یورپ، مذہب کی ادارہ بندی اور قوت کی طویل تاریخ کے باعث، امریکا کی نسبت زیادہ مذہب دشمن ہے۔ امریکا میں تو مذہب ریاست اور معاشرے کی تشکیل کا ایک بنیادی پتھر ہے۔

۴۔ مغربی تہذیب کی کثیر المدنی شناخت میں مسلمانوں کا حصہ کتنا ہے؟

مسلمانوں نے اپنی موجودگی سے اس کثیر المدنیت میں اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لیے احترام اور مساوات کا مطالبہ کیا ہے اور مغربی معاشروں میں اپنی تنظیم کو منوایا ہے۔ یہ آسان کام نہیں تھا کیونکہ اس راستے میں بہت سے شہروں اور معاشروں میں خوف اور تعصبات کی رکاوٹیں تھیں۔ بہت سے یورپی شہروں میں مساجد کی تعمیر کے لیے اجازت کے حصول میں کئی سال لگ گئے۔ تاہم ان معاشروں میں موجود جمہوری اداروں اور روایات نے مسلمانوں کی مدد کی۔ یہاں مسلمانوں کی ثابت قدمی سے شناخت اور کلچر کے مفاہیم میں وسعت پیدا ہوئی۔ امریکا میں، جہاں مذہب کے بارے میں تعاون پر مبنی رویہ موجود ہے، اس نوعیت کی رکاوٹوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہاں بھی ۹؍ستمبر کے بعد اس حوالے سے نازک سوالات اٹھائے جا رہے ہیں کہ کثیر المدنیت میں مسلمانوں کا کیا حصہ ہے۔ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ صرف مسلمان نہیں ہیں جن کی وجہ سے یہ تحریک پیدا ہوئی۔ دیگر تہذیبی اور مذہبی گروہ، جیسے ہندو، افریقی عیسائی ہیں، وہ بھی شناخت اور کلچر کے بارے میں مغربی معاشروں کے تصورات پر اثر انداز ہوئے۔ ان مختلف تہذیبی رنگوں کی موجودگی سے متنوع تہذیبی نتائج سامنے آئے۔ بعض نے نئے کلچروں کو قبول کیا اور بعض نے نہیں۔

اس اعتراف کے باوجود یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اس ضمن میں مسلمانوں کا حصہ خود غرضی اور گروہی مفاد کے تابع رہا ہے۔ انہوں نے اس حوالے سے میزبان مغربی

۴۔ مغرب کے اہل علم اسلام کے بارے میں بالعموم یک زبان ہیں اور وہ اسے اپنے لیے ایک بڑا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ البتہ بعض مغربی دانشور اسلام کے رہنما اور ناقابل شکست اصولوں کی بنیاد پر (مثلاً مساوات نسل انسانی) اسے ایک ابھرتا ہوا مذہب بھی قرار دیتے ہیں۔ مگر ایسے علماء خال خال ہیں۔ زیادہ تر مغربی علماء مسلمانوں کو بنیاد پرست، دہشت گرد اور نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ اصطلاحیں ہیں، جو خود ان کے اہل علم نے اپنے بعض گروہوں کے لیے وضع کی تھیں۔ مگر اب وہ یہی اصطلاحیں، مسلمانوں کے لیے بلاتکلف استعمال کر رہے ہیں۔

اسلام اور مغرب کے مفادات باہم متصادم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اسلام کا تہذیبی تشخص، مغرب کے تہذیبی تشخص سے جداگانہ ہے تو لامحالہ ان کے باہمی مفادات بھی ایک دوسرے سے مختلف اور متصادم ہوں گے۔

۵۔ ملٹی کلچرل تشخص دراصل نیچرل فنومینا کی ایک خوبصورت تعبیر ہے۔ ہر کلچر، دوسرے کلچر پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ غالب، مضبوط اور طاقت ور اقوام کا کلچر اس فطری اصول کے مطابق ہر مغلوب، کمزور اور ماتحت اقوام میں در آتا ہے۔ اسلام کے دور عروج میں اسپین اور جنوبی یورپ کے متعدد ممالک، مسلم حکومتوں کے زیر اثر رہنے کے باعث مسلم کلچر سے متاثر ہوئے، خصوصاً اسپین اور پرتگال میں سات سو سالہ حکمرانی کے نتیجے میں اسلام نے وہاں کے باسیوں پر بہت زیادہ اثر ڈالا۔ اس طرح یونان، البانیہ اور بوسنیا میں بھی ترکوں کے اثرات قائم ہوئے اور یوں مغرب میں متعدد کلچر پیدا ہوئے۔ اس تعدد میں کچھ ہاتھ تو اسلامی تعلیمات کا ہے اور کچھ مسلمانوں کا اور بہت کچھ ان کا اپنا بھی ہے۔

۶۔ جی ہاں! اسلام اور مغرب کے مفادات باہم متصادم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اسلام کا تہذیبی تشخص، مغرب کے تہذیبی تشخص سے جداگانہ ہے تو لامحالہ ان کے باہمی مفادات بھی ایک دوسرے سے مختلف اور متصادم ہوں گے۔ ہمارے خیال میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی دائروں میں یہ اختلافات بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔

۷۔ اپنے شاندار اصولوں کی بنیاد پر مغرب میں اسلام کو ایک پھیلتا ہوا مذہب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کا مغرب میں پھیلاؤ بجائے خود ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر اسلامی تہذیب، چونکہ دیگر تہذیبوں پر اثر انداز ہونے یا پھر انہیں اپنے اندر جذب کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے اس لیے بھی وہ اسے اپنے لیے چیلنج سمجھتے ہیں۔

۸۔ نظریۂ خلافت، اسلام کا ایک سیاسی و انتظامی نظریہ ہے، جس کا قیام وثبات

معاشروں کی مدد کی ہے کہ وہ ان کے تصورات کو چیلنج کریں اور گروہوں، مذاہب اور تہذیبوں کے فہم کے لیے نئے راستے اختیار کریں۔ یہ اس بات کا ایک چھوٹا سا ثبوت ہے کہ کس طرح مسلمانوں نے اپنے نہج پر کثیر المدنیت میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ مسلمان ایک کثیر المدنی معاشرے میں کس طرح عیسائیوں، دہریوں، یہودیوں اور ہندوؤں سے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ یہ دکھائی دیتا ہے کہ اکثر حصوں میں، مسلمانوں نے دیگر تہذیبوں اور مذاہب کے بارے میں اپنے رویے پر کبھی غور نہیں کیا۔ وہ عام طور پر دیگر مذاہب وغیرہ کے ساتھ معاملہ کرتے وقت اہل کتاب کے بارے میں اپنے روایتی تصورات ہی پر اعتماد کرتے ہیں۔ دورِ وسطیٰ کے یک تہذیبی ادوار میں فروغ پانے والے تصورات کے تقابل میں اگر دیکھا جائے تو یہ تصور ترقی پسند دکھائی دیتا ہے۔ تاہم آج ہم جس عالمگیر معاشرے میں زندہ ہیں، اس کے لیے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا (اسی طرح) اسلامی ریاست کے تسلط پر مبنی تصور کے بارے میں تو کبھی سوال نہیں اٹھایا گیا۔

۵، ۶، ۷۔ سیاسی اسلام، جس صورت میں بھی ہو، اسلام اور مغرب کے درمیان تعلقات کے لیے ایک بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے۔ سیاسی اسلام، اسلام کی اس تعبیر کا نام ہے کہ سیاست مذہب کے مفہوم پر غالب ہے۔ بہت سے اہل مغرب کے نزدیک مذہب سماجی زندگی اور انسانی موضوعیت (Human Subjectivity) کے مخصوص دائروں پر محیط ہے۔ مذہب، آرٹ، سیاست اور معاشرے پر اثر انداز ہوسکتا ہے لیکن بہرحال ان امور سے لاتعلق رہتا ہے۔ سیاسی اسلام مذہب و سیاست میں دوئی کا قائل نہیں ہے اور اس تصور کو قبول کرنا آسان نہیں ہے۔ پچھلے چند عشروں سے سیاسی اسلام نے اس تصور کی آبیاری کی ہے کہ اسلام میں اصل چیز سیاست ہے۔ اس کے علاوہ مذہب کا حصہ بہت کم ہے۔ اس طرح اسلام کی اخلاقی اقدار اور روحانی بنیادیں پس منظر میں چلی گئی ہیں۔ بہت سے اہل مغرب جب مسلمان معاشروں کے اخلاقی، روحانی اور آرٹ سے متعلق پہلوؤں سے واقف ہوتے ہیں تو انہیں بہت حیرت ہوتی ہے۔ اسلام کے ایک غیر متوازن تصور کے فروغ میں سیاسی اسلام کا کردار بہت بنیادی ہے۔

۸، ۹۔ شناختوں کی تشکیل میں میڈیا بہت اہم کردار کرتا ہے۔ فطری طور پر میڈیا مختلف شناختوں اور ان کے باہمی اختلافات کو نمایاں کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلام اپنی انفرادیت اور اجنبیت کے باعث میڈیا کے لیے ایک پرکشش موضوع ہے۔ ایک نقاب پوش خاتون یا قبا پہنے ہوئے لمبی داڑھی والا مرد، یورپی معاشرت کے معتدل تصورات سے مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ کیمرے کی آنکھ کے لیے ان مناظر میں بڑی کشش ہے۔ اب ان مناظر کی بنیاد پر روایتی تصورات قائم کیے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود مغرب میں میڈیا اتنا یک رخا نہیں جتنا کہ دکھائی دیتا ہے۔ میڈیا کے پس منظر میں بہت سے مسابقانہ نظریات اور مفادات کام کر رہے ہوتے ہیں اور میڈیا کے ایک بڑے حصہ کے لیے اصل چیز منافع کمانا ہے نہ کہ سیاست۔ اس مسابقت میں میڈیا کے ایسے ذرائع کی نشاندہی ممکن ہے جو اسلام کے منفی تصور کو

مغرب کی سیاسی موت ہے۔ اس لیے مغرب نے مسلمانوں کو جغرافیائی، سیاسی اور معاشی غرض مختلف پہلوؤں سے تقسیم کر رکھا ہے۔ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ بھی اس سلسلے کی کڑی تھا۔ اور آج بھی مسلم ممالک کی کسی بھی فیڈریشن کو مغرب اپنے لیے حریفانہ نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ اس لیے یہ بات سو فیصد درست ہے کہ اسلام کی سیاسی تعبیر نے مغرب کو تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔

۹۔ سلمان رشدی کے لیے سر کا خطاب اور ڈینش کارٹون اور اب سوئیڈش خاکے وغیرہ جیسے واقعات کے اسباب متعدد ہیں، مثلاً (۱) اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے ردعمل میں ایسا کیا جاتا ہے، (۲) مسلمانوں کو مذہب کے حوالے سے غیر جذباتی بنانا بھی مقصود ہوسکتا ہے، (۳) مسلمانوں کو مشتعل کر کے انہیں دہشت گردی کی راہ دکھانا تاکہ انہیں دہشت گرد ثابت کرنا آسان اور یقینی ہوجائے، (۴) مسلمانوں کو لبرل ازم، برداشت Tolerance اور جمہوری رویہ کے نام پر شعائرِ دین کے معاملات میں بے حس اور بے حمیت کر کے اپنے جیسا بنا دیا جائے وغیرہ اس کے علاوہ اور بھی پس پردہ محرکات ہوسکتے ہیں۔

۱۰۔ اسلام کے حوالے سے مغربی میڈیا کا کردار متعصّبانہ بلکہ شرمناک حد تک جھوٹا ہے۔ مثلاً مسلمانوں کے لیے دہشت گرد اور بنیاد پرست جیسی اصطلاحات مغربی میڈیا کی پھیلائی ہوئی ہیں، جن کی آڑ میں مسلمانوں کو پوری دنیا میں بدنام کیا جا رہا ہے۔ جبکہ دوسری طرف افغانستان اور عراق پر امریکہ کے غیر قانونی، غیر انسانی اور غیر اخلاقی حملے کو جواز فراہم کرنے کے لیے مغربی میڈیا کو جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔

۱۱۔ بلاشبہ امریکہ کے سیاسی مفادات اسلام اور مغرب کے مابین شدید رنجش پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ ناٹو کی افواج کا انتہائی عیاری کے ساتھ افغانستان میں استعمال امریکہ کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ ناٹو کی فورس، سویت یونین کے مقابلہ کے لیے بنائی گئی تھی۔ جس میں تین براعظموں کی افواج شامل ہیں لیکن اب تک صرف امریکہ نے ہی انہیں اپنے حق میں استعمال کیا ہے۔ اور امریکہ اپنی دفاعی قوت کو اپنے سیاسی مفادات کی تکمیل کے لیے استعمال کرتا ہے، جو کلی طور پر مسلم کش پالیسیوں پر مبنی ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمان اپنا غصہ امریکہ حمایتی مقامات پر حملہ

استعمال کرنے سے گریزاں ہیں۔ ان کی تنقید کا رخ زیادہ تر مغربی معاشرے کی رجعت پسند قوتوں اور سیاسی نظریات کی طرف ہوتا ہے اور اس طرح اکثر مسلمانوں کے بارے میں روایتی تصورات کو پیش کیا جاتا ہے۔ اب جمہوری روح کے ساتھ میڈیا ایک توازن تلاش کر لیتا ہے۔

۱۰، ۱۱، ۱۲۔ مغرب کے حوالے سے مسلمانوں کے خدشات کیا ہیں؟ کیا یہ حقیقی ہیں یا خیالی؟ مغربی ممالک کے مسلمان ریاستوں کے ساتھ واضح طور پر مفادات وابستہ ہیں۔ بنیادی طور پر یہ مفادات معاشی ہیں۔ مسلمان ملکوں میں قدرتی وسائل کے بڑے ذخیرے موجود ہیں، جن میں تیل بھی شامل ہے جس کی انھیں وافر اور مناسب داموں پر ضرورت ہے۔ اسی طرح مسلمان مغربی ممالک اور کمپنیوں کے لیے بطور صارف بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ بعض مغربی ممالک کے سیاسی مفادات بھی ہیں، جن میں سب سے اہم اسرائیل کی حمایت ہے۔ بیسویں صدی میں یہودیوں کی تاریخ، بالخصوص ہالوکاسٹ نے اسرائیل اور مغربی ممالک میں ایک خاص رشتہ قائم کر دیا ہے۔ تاہم ہر مغربی ملک کا اسرائیل کے ساتھ ایک طرح کا رشتہ نہیں ہے۔ جرمنی اور امریکا دونوں اسرائیل کے سامنے جھکے ہوئے ہیں تاہم اس کی وجوہات مختلف ہیں۔

ان مفادات کی وجہ سے مسلمان اس خطے [مشرق وسطیٰ] کے بارے میں مغربی منصوبوں اور عزائم کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حالیہ سالوں میں عراق پر قبضے اور اسرائیل کی غیر مشروط مسلسل حمایت کی وجہ سے مغرب کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ انتہائی مخاصمانہ اور منفی ہے۔ اس فضا میں دونوں کے مابین باہمی اعتماد پر مبنی ایک تعمیری تعلق کا قیام مشکل ہے۔ تاہم خوف اور تشکیک مستقبل کے تعلق کے لیے بنیاد نہیں بن سکتے۔ وہ ایک باہمی مفاد پر مبنی صحت مندانہ تعلق استوار کرنے میں معاون نہیں ہو سکتے۔ اس مقصد کے لیے کوئی دوسرا تعمیری راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔

اس کا آغاز اسلامی اور مغربی مفادات کے مفاہیم پر نظر ثانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک کاری ضرب یقیناً اختلاف کو جنم دے گی جبکہ ایک محتاط مشاہدے اور طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور مغرب کے مابین قائم عارضی سرحدوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان ملک متنوع ہیں لیکن ان میں موجود افراد تہذیبی اور جغرافیائی سرحدوں سے ماوراء تعلقات کا ایک نظام قائم کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح مغرب بھی اپنے وجود میں منتشر ہے۔ اپنے اور دوسروں کے درمیان تعلق کی وضاحت کے لیے شاید ہم رومی کے افکار سے بھی مدد لے سکتے ہیں، جن کا کہنا ہے:

میں تمہارا آئینہ ہوں میں تمہارے لیے پیمانہ ہوں
جتنی تمہاری حیثیت ہے اتنی میری دولت ہے
(فیہ ومافیہ)

(ڈاکٹر عبد القادر طیب یونیورسٹی آف کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ سے وابستہ ہیں۔ وہاں کے معروف ادارے ''اسلامی مرکز'' کے صدر نشین ہیں۔)

کر کے نکالتے ہیں یوں اسلام الگ بدنام ہوتا ہے، اور مسلم اور مغربی اقوام کے باہمی تعلقات کشیدگی کی جانب الگ بڑھتے ہیں۔

۱۲۔ تلخ حقائق کے باوجود، اسلام اور مغرب ایک ساتھ چل سکتے ہیں۔ اور یہ دوستی باقی دنیا کے لیے فرحت بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے عالمی سطح پر کوششوں کی ضرورت ہے۔ اسلام اور مغرب کے مابین مکالمے اور مباحثے ہونے چاہییں۔ ان کے درمیان سماجی و ثقافتی روابط بڑھنے چاہییں۔ اور دوسری طرف ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ عصر حاضر کے تناظر میں اسلام کی ممکنہ تعبیر نو، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جسے اجتہاد کی مدد سے ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مسلم علماء کے متشددانہ اور متعصّبانہ طرز فکر نے نہ صرف مغرب کو بلکہ خود مسلمانوں کے سنجیدہ اور دانشور حلقوں کو بھی تشویش میں مبتلا کر رکھا۔ اس داخلی انتشار کو دور کرنا بھی عصر حاضر کا ایک چیلنج ہے۔

۱۳۔ ہماری نظر میں سازشی نظریہ ایک سچائی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دنیا بھر میں کسی بھی مذہب اور اس کے ماننے والوں پر حملے نہیں کیے جاتے۔ سوائے اسلام اور مسلمانوں کے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں جتنے بھی ممالک زیر قبضہ ہیں وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ کیا یہ سب واہمہ ہے یا کسی سازش کا نتیجہ؟ بناء بریں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کے خلاف سازشی نظریہ واقعی ایک سچائی ہے۔

(ڈاکٹر محمد شکیل اوج، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی میں استاد اور سہ ماہی التفسیر، کراچی کے مدیر اعلیٰ ہیں)

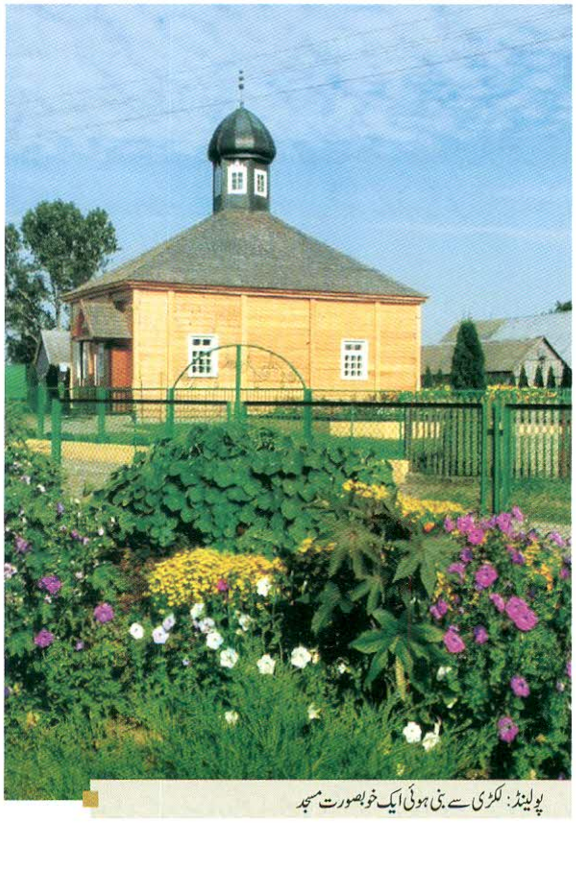
پولینڈ: لکڑی سے بنی ہوئی ایک خوبصورت مسجد